فتح الباری......ایک تعارف ایک جائزہ

مولانا سعید شیخ

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب کے شروع میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کا نام ''فتح الباری بشرح البخاری'' رکھا(۱) اسی نام کے ساتھ کتاب معروف ومشہور ہوئی حتیٰ کہ جب طالب علموں کے سامنے مطلق ''فتح الباری'' کا نام لیا جائے تو ان کا ذہن صرف علامہ ابن حجر کی کتاب کی طرف ہی جاتا ہے۔

حافظ سخاوی (م:۹۰۲ھ) نے ذکر کیا ہے کہ علامہ ابن حجر سے قبل ''فتح الباری'' کے نام سے صحیح بخاری کی شرح ابن رجب حنبلی (م:۷۹۵ھ) نے بھی لکھی ہے، لیکن وہ اس کو ابھی مکمل نہ کر پائے تھے کہ زندگی ساتھ چھوڑ گئی۔(۲)

حافظ علیہ الرحمۃ ابن رجب کی اس شرح سے مطلع تھے اور انھوں نے اپنی کتاب ''فتح الباری'' میں دو مقامات پر ان سے نقل بھی کیا ہے۔(۳) اس کے باوجود حافظ سخاوی کہتے ہیں ابن حجر اس پر مطلع نہیں تھے۔(۴)

ممکن ہے کہ اس سے ان کا مقصود یہ ہو کہ حافظ علیہ الرحمۃ اس بات پر مطلع نہ ہوں کہ ابن رجب کی شرح کا نام بھی ''فتح الباری'' ہے۔

اسی طرح شوکانی نے بھی ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر کی ''فتح الباری'' سے قبل مجد الدین فیروز آبادی نے بھی ''فتح الباری'' کے نام سے صحیح بخاری کی ایک شرح لکھی ہے، شوکانی نے اس کا پورا نام ''فتح الباری فی شرح صحیح البخاری'' لکھا ہے۔(۵)

حافظ سخاویؒ نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن انھوں نے مجد الدین فیروز آبادی (استاذِ ابن حجر) کی اس شرح کا نام ''فتح الباری بالسیح المسیح المجاری فی شرح صحیح البخاری'' لکھا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ اپنے استاذ کی اس شرح پر مطلع تھے، لیکن اس کتاب سے انھوں نے کچھ نقل نہیں کیا، اس لیے کہ یہ عجیب وغریب روایات اور نادر لغوی تحقیقات سے بھری ہوئی تھی۔(۶)

''فتح الباری'' کی تالیف کا سبب

حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ''ھدی الساری'' (مقدمہ فتح الباری) کے شروع میں کہا ہے کہ صحیح بخاری بڑی اہمیت کی حامل ہے اور اس کو مسلمانوں کے ہاں قبولیت عامہ حاصل ہے(۷) شاید وہ سبب یہی ہے جس نے امام

راہنمائے اسلامی نام

• مؤلف مفتی عبدالشکور قاسمی رحمہ اللہ • ترتیب و اضافہ عبدالصبور علوی

جس میں 100 اسماء الحسنیٰ اور ان کے ساتھ نام رکھنے کا طریقہ ذکر کیا گیا ہے اور مثال کے طور پر تقریباً 270 نام دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح 102 اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ نام رکھنے کا طریقہ بھی ذکر کیا گیا ہے اور امثالاً تقریباً 300 نام دیئے گئے ہیں۔ نیز 313 اسماء بدریین کے ناموں کے علاوہ صحابہ کرام وصحابیات کے تقریباً 1900 نام، تابعین کے تقریباً 500 نام، محدثین و بزرگان دین کے تقریباً 300 نام اور معنیٰ کے اعتبار سے بچوں اور بچیوں کے تقریباً 3600 اچھے ناموں کا حسین گلدستہ

مجموعۂ مستند وظائف

• پسند فرمودہ مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید • مؤلف مفتی عبدالشکور قاسمی رحمہ اللہ • مرتب عبدالصبور علوی

قرآن وحدیث اولیائے کرام کی روزمرہ معمولات سے متعلق اوراد و وظائف نیز قرآنی آیات اسمائے حسنیٰ درود شریف اور مجرب عملیات و وظائف سے مختلف حاجات و مشکلات مثلاً مختلف روحانی، جسمانی، نفسیاتی بیماریوں، جنات و شیاطین و جادو کے علاج پر مشتمل ایک مستند اور جامع کتاب

کتاب الصلوٰۃ

• مؤلف مفتی عبدالشکور قاسمی رحمہ اللہ • ترتیب و اضافہ عبدالصبور علوی

اس کتاب میں صلاۃ خمسہ کے فرائض سنن ونوافل، صلاۃ الجمعہ، صلاۃ التراویح، صلاۃ التہجد، صلاۃ العیدین، صلاۃ الضحیٰ (اشراق وچاشت)، صلاۃ الاوابین، جمع بین الصلوٰتین، صلاۃ الحاجت، صلاۃ القضاء، صلاۃ التوبہ، صلاۃ الاستخارہ، صلاۃ المریض والمعذور، صلاۃ القصر، صلاۃ المسافر، صلاۃ تحیۃ الوضوء، صلاۃ تحیۃ المسجد، صلاۃ الکسوف، صلاۃ الخسوف، مصیبت کے وقت صلاۃ، صلاۃ الاستسقاء، صلاۃ الخوف، قنوت نازلہ، صلاۃ قبل القتل، صلاۃ الجنازہ، مسئلہ قرآت خلف الامام، مسئلہ رفع الیدین، مرد اور عورت کی نماز میں فرق، احکام شریعت کی روشنی میں مرتب کئے گئے ہیں۔ نیز قضاء نماز ادا کرنے کی ڈائری اور وصیت نامہ بھی درج ہے۔

کفریہ الفاظ اور ان کے احکامات مع گناہ کبیرہ وصغیرہ کا بیان

• مؤلف مفتی عبدالشکور قاسمی رحمہ اللہ

آج کل ہماری روزمرہ کی زندگی بڑی بے اعتدالیوں کا شکار ہے، نہ ہمیں اپنی زبانوں پر اختیار رہتا ہے اور نہ ہی ہمارے اعتقادات ونظریات، اعمال و افعال پابند احتیاط ہوتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی بہت سی چیزیں ہم سے سرزد ہو جاتی ہیں جنہیں ہم بظاہر بہت ہلکا اور غیر اہم سمجھتے ہیں، لیکن وہ چیزیں ہمیں کفر کے دائرے تک پہنچا دیتی ہیں جس کی وجہ سے نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے، اس کتاب میں ایسی باتوں کی نشاندہی کر کے ان کا حل بھی نقل کیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کو کم از کم ایک بار تو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے تاکہ ایمان جیسی عظیم نعمت کی سلامتی کے ساتھ ہمارا خاتمہ ہو۔

بیت السلام
کراچی۔ لاہور

• زہرا چیمبر، نزد عسکری پارک، مین یونیورسٹی روڈ، کراچی
فون: 2038163 موبائل: 0321-3817119

• غزنی اسٹریٹ، یوسف مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
موبائل: 0321-4545028, 0300-4274916

تمام بڑے کتب خانوں پر دستیاب ہے

حافظ رحمۃ اللہ علیہ کو شرح لکھنے پر مجبور کیا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا کہ صحیح بخاری جیسی اہم کتاب کی ایسی شرح نہیں ہے جیسا کہ ہونی چاہیے، شاید اس بات نے حافظ علیہ الرحمۃ کو ایک مثالی شرح لکھنے پر مجبور کیا۔

علامہ ابن خلدون (م:۸۰۸ھ) نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے: ''صحیح بخاری'' کی شرح کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ ''حدیث کے متعدد طرق کی معرفت رکھتا ہو، اس کے رجال کو بھی جانتا ہو، تراجم بخاری میں جو امام بخاریؒ کا فقہی نکتہ نظر ہے اس پر عمیق نظر رکھتا ہو۔ علامہ ابن خلدون مزید لکھتے ہیں: میں نے اپنے بہت سے شیوخ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ ''شرح البخاری دین علی الأمة'' یعنی صحیح بخاری کی شایانِ شان شرح نہیں لکھی۔

بعض علماء نے علامہ ابن خلدون کے اس کلام کے جواب میں کہا: ''لعل ذلك الدین قضی بشرح المحقق ابن حجر'' یعنی شاید کہ ابن حجرؒ کی اس شرح سے وہ قرض اس امت کے علماء سے ادا ہوگیا۔ (۸) ممکن ہے کہ یہ وہ سبب ہو جس نے حافظ ابن حجرؒ کو ایسی بے مثال شرح لکھنے پر مجبور کیا۔

زمانہ تالیف

حافظ ابن حجرؒ نے ''فتح الباری'' کی تالیف میں چوتھائی صدی سے بھی زیادہ کا عرصہ صرف کیا، انھوں نے اس تالیف کا آغاز ۸۱۷ھ کے اوائل میں کیا اور یکم رجب المرجب ۸۴۲ھ کو اس کا اختتام کیا۔ بعد میں جو اس میں اضافے کیے ہیں، وہ اس کے علاوہ ہیں جو کہ ان کی وفات کے قریب تک چلتے رہے ہیں۔ (۹)

طریقہ تالیف

حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب کی تالیف میں علمی شورائی طریقہ اختیار کیا ہے، انھوں نے تالیف کا آغاز املاء کے طریقہ سے کیا اور اسی میں تقریباً پانچ سال گزر گئے، پھر طالب علموں کی ایک ماہر جماعت آپ کے اردگرد جمع ہوگئی، اس عظیم شرح کی تالیف میں آپ کی رفیق کار بن گئی، پہلے حافظ علیہ الرحمۃ خود اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، پھر اس کے نوٹس تیار کیے جاتے، پھر طلبہ کے درمیان اس پر بحث ہوتی، ہر طالب علم اس سے نوٹس حاصل کرتا، ہفتہ میں ایک دن طلبہ جمع ہوتے اور تمام نوٹس کا تقابل کرتے، اگر کسی کے نوٹس میں کوئی کمی و کوتاہی ہوتی تو وہ اس کی درستگی کر لیتا، پھر اس پر مباحثہ ہوتا۔ اس طرح یہ علمی و تحقیقی سفر اپنی تکمیل کو پہنچا اور تحریری شکل میں بھی آ گیا اور اس کو قبولیت بھی حاصل ہوگئی۔ (۱۰)

حافظ علیہ الرحمۃ نے اس علمی شورائی طریقہ کو ترجیح دی، اگرچہ اس پر خاصا وقت صرف ہوتا ہے، مگر اس کے فوائد بہت تھے، حافظ علیہ الرحمۃ نے اسی طریقہ کو جاری رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کی تکمیل آسان فرما دی۔

''فتح الباری'' کا ولیمہ

جب حافظ ابن حجرؒ ''فتح الباری'' کی تصنیف، تقابل اور مباحثہ سے فارغ ہوئے تو انھوں نے اس مناسبت سے آٹھ شعبان بروز ہفتہ ۸۴۲ھ کو ایک عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا، وہاں بڑے بڑے علماء، فضلاء، طالب علموں اور مسلمانوں کے ایک جم غفیر کی موجودگی میں ''فتح الباری'' کا آخری درس ہوا، بلاشبہ یہ اس زمانے کا ایک بہت بڑا اجتماع تھا، اس مناسبت سے اس اجتماع میں کتاب اور صاحب کتاب کی مدح میں بہت سارے اشعار اور نظمیں پڑھی گئیں، ہر شخص ابن حجرؒ کی تعریف میں رطب اللسان تھا، حافظ ابن حجرؒ نے اس دعوت پر پانچ صد دینار خرچ کیے (۱۱) اور ''فتح الباری'' تین صد دینار میں فروخت ہوئی۔ (۱۲)

''فتح الباری'' میں شرح کی نوعیت اور اس کا اسلوب

شرح کی نوعیت

''فتح الباری'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک موضوعی یا قولی شرح ہے، اس میں حافظ علیہ الرحمۃ سند اور متنِ حدیث کے بعض مقامات کا انتخاب کرتے ہیں، پھر ایک لفظ یا عبارت کو ذکر کرتے ہیں اور اس کے شروع میں کلمہ ''قولہ'' ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد لفظ یا عبارت کی مختلف پہلوؤں سے تشریح کرتے ہیں۔

شرح کا اسلوب

ترجمہ کی حدیث الباب کے ساتھ مناسبت

سب سے پہلے حافظ ابن حجرؒ ''صحیح بخاری'' کی حدیث اور باب کو ذکر کرتے ہیں، پھر ترجمہ کی حدیث الباب کے ساتھ مناسبت کو ذکر کرتے ہیں، اگر چہ وہ مناسبت معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

سند اور متن کے فوائد

دوسرے نمبر پر حدیث الباب سے جو فوائد متن اور سند کے لحاظ سے حاصل ہوتے ہیں ان کو بیان کرتے ہیں، پھر امام بخاریؒ کا جو اس باب سے مقصود ہے اس کو واضح کرتے ہیں، کہیں بظاہر سند میں تدلیس کا شائبہ ہو تو اس راوی کے سماع کی تصریح کرتے ہیں اور دلائل میں ائمہ رجال کے اقوال نقل کرتے ہیں، اگر حدیث الباب کی تخریج مسانید، جوامع اور مستخرجات کے کسی مصنف نے کی ہے تو اس کا بھی وہاں ذکر ضرور کرتے ہیں۔

تعلیق اور موقوف کو متصل کرنا

''صحیح بخاری'' میں جہاں کہیں کوئی تعلیق یا موقوف حدیث مذکور ہے، حافظ ابن حجرؒ اس تعلیق یا موقوف حدیث کو

موصولاً ذکر کرتے ہیں گویا کہ حافظ علیہ الرحمۃ "صحیح بخاری" کی تکمیل کرتے ہیں۔

الفاظ کی لغوی تحقیق

حافظ ابن حجرؒ جہاں ضرورت محسوس کرتے ہیں وہاں الفاظ کی لغوی تحقیق بھی کرتے ہیں، لغوی تحقیق میں علماء لغت کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں۔

نحوی وصرفی تحقیق

حافظ علیہ الرحمۃ حدیث کے الفاظ کی صرفی اور نحوی تحقیق بھی کرتے ہیں اور لفظ کا اعراب بھی بیان کرتے ہیں، لغوی تحقیق کے وقت عربی اشعار سے اشتھاد بھی پیش کرتے ہیں۔

حدیث الباب سے فقہی احکام کا اخذ

حدیث الباب سے جس قدر بھی فقہی احکام مستبط ہوتے ہیں ان کو بیان کرتے ہیں، اگر ان احکام فقہ میں فقہاء کا اختلاف ہو تو اس کو بھی بیان کرتے ہیں اور درجہ اختلاف کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ فقہی احکام میں شوافع کو ترجیح دیتے ہیں اور دلائل سے دیگر فقہی مسالک کا رڈ بھی کرتے ہیں۔

ظاہری تعارض کی صورت میں تطبیق

جہاں کہیں بھی دو حدیثوں کے درمیان ظاہری تعارض نظر آ رہا ہو تو اس میں تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں یا پھر وضاحت کرتے ہیں کہ یہ ناسخ ہے، یہ منسوخ ہے، یا اس کے عام سے بعض افراد کو خاص کر لیا گیا ہے یا مطلق کو مقید کر لیا گیا ہے یا مجمل کو بیان کر دیا گیا ہے یا ظاہر کی تاویل کر لی گئی ہے۔

تکرار متن کی حکمت کا بیان

اگر دو بابوں میں متنِ حدیث کا تکرار ہو تو اس کی حکمت بیان کرتے ہیں، تکرار کی حکمت جو ذکر کرتے ہیں اس کا اعادہ نہیں کرتے بجز اس کے کہ لفظوں اور معنی میں تغایر ہو تو بس اس تغایر پر تنبیہ کر دیتے ہیں۔ (۱۳)

امتیازی خصوصیات "فتح الباری"

حافظ ابن حجرؒ کی شرح جن چیزوں میں دیگر شروح سے ممتاز ہوتی ہے وہ بہت ہیں، ان سب کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ میری نظر میں اس کی جو اہم خصوصیات ہیں وہ درج ذیل ہیں:

صحیح بخاری کے نسخوں میں رواۃ کے لفظی اختلاف کا بیان

حافظ ابن حجرؒ مقدمہ میں لکھتے ہیں: فَرَبری نے ذکر کیا ہے کہ "امام بخاریؒ سے الصحیح کا سماع نوے ہزار افراد نے کیا ہے اور میرے علاوہ امام بخاریؒ سے روایت کرنے والا کوئی شخص باقی (زندہ) نہیں ہے۔" حافظ مزید لکھتے

ہیں: فربری نے جو اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ بخاری کو روایت کرنے والا میرے علاوہ کوئی اور شخص زندہ نہیں ہے۔ یہ (دعویٰ) ان کے علم کے مطابق ہے، وگرنہ ان کی وفات کے بعد بخاری کے ایک اور راوی ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ بردوی نو سال زندہ رہے ہیں۔ (۱۴)

الصحیح کو روایت کرنے والے اصحابِ خمسہ

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں: الصحیح البخاری ہم تک مندرجہ ذیل طرق سے متصل ہے:

۱۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف فَربری (متوفی: ۳۲۰ھ) انھوں نے الصحیح کا سماع دو مرتبہ کیا ہے، ایک مرتبہ فربر (۱۵) میں ۲۴۸ھ میں اور ایک مرتبہ بخاریٰ میں ۲۵۲ میں۔

۲۔ ابراہیم بن معقل بن الحجاج النسفی (م: ۲۹۴ھ)۔

۳۔ حماد بن شاکر نسوی (م: ۳۱۱ھ)

۴۔ ابوطلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ بَردوی (م: ۳۲۹ھ) یہ آخری شخص ہیں جنھوں نے امام بخاریؒ سے الصحیح کو روایت کیا ہے، اسی بات کا جزم ابن ماکولا وغیرہ نے کیا ہے۔

۵۔ اس کے بعد جو شخص بغداد میں زندہ رہا، جس نے بخاری سے روایت کیا، وہ قاضی حسین بن اسماعیل محاملی (م: ۳۳۰ھ) ہے، لیکن اس کے پاس الجامع الصحیح نہیں تھی، امام بخاریؒ جس وقت بغداد آئے تو قیامِ بغداد کے آخری زمانے میں محاملی نے امام بخاریؒ سے سماع کیا ہے، جس نے بھی الصحیح کو محاملی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے فحش غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ (۱۶)

حافظ علیہ الرحمۃ نے جس شخص کی فحش غلطی کا ذکر کیا ہے اس سے مراد امام کرمانیؒ ہیں (۱۷) محاملی حافظ ابن حجرؒ اور امام کرمانی کے مابین مختلف فیہ ہیں۔ (۱۸)

فربری سے روایت کرنے والے اصحاب

اس زمانہ میں روایات کا دار ومدار فربری ہیں (۱۹)، حافظ علیہ الرحمۃ مقدمہ میں لکھتے ہیں: اس زمانے میں اور اس سے قبل کے زمانے میں صحیح بخاری جس طریق سے ہم تک متصل ہے وہ محمد یوسف بن مطر بن صالح بن بشر الفربری (م: ۳۲۰ھ) کا طریق ہے (۲۰) پھر ایک جمِ غفیر نے فربری سے الصحیح کو روایت کیا ہے۔ فربری کی روایت کو ہم تک مندرجہ ذیل اشخاص سے متصل ہے:

۱۔ حافظ ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید بن السکَن (م: ۳۵۳ھ)۔ ۲۔ حافظ ابواسحاق ابراہیم بن احمد المستملی (م: ۳۷۶ھ) ۳۔ ابونصر احمد بن حمد بن حمد الاخسیکثی (م: ۳۷۶ھ)۔ ۴۔ فقیہ ابوزید محمد بن احمد المروزی (م:

۳۷۱ھ)۔۵۔ ابوعلی محمد بن عمر بن شبویہ۔۶۔ابواحمد محمد بن محمد الجرجانی (م:۳۷۳ھ)۔۷۔ابومحمد عبداللہ بن احمد السرخسی۔۸۔ابوالهیثم محمد بن مکی لکشمیهنی (م:۳۸۹ھ)۔۹۔ابوعلی اسماعیل بن محمد بن حاجب الکشانی(م:۳۹۱ھ)۔ یہ آخری شخص ہیں جنھوں نے الصحیح کو فربری سے روایت کیا ہے۔(۲۱) رواۃِ فربری سے

روایت کرنے والے اصحاب

رواۃ فربری سے روایت کرنے والے اصحاب درج ذیل ہیں:

۱۔ ابن السکن سے روایت کرنے والے عبداللہ بن محمد اسد الجھنی ہیں۔

۲۔ مستملی کے راوی حافظ ابوذر عبداللہ بن احمد الھروی (م:۴۳۴ھ) اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ الھمدانی ہیں۔

۳۔ الأخسیکثی سے روایت کرنے والے اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل الصفار الزاھد ہیں۔

۴۔ ابوزید مروزی سے روایت کرنے والے حافظ ابونعیم الاصبھانی، حافظ ابومحمد عبداللہ بن ابراہیم الاصیلی اور امام ابوالحسن علی بن محمد القابسی ہیں۔

۵۔ ابوعلی الشبوی سے روایت کرنے والے سعید بن احمد بن محمد الصیر فی لغتیار اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ الھمدانی ہیں۔

۶۔ ابواحمد الجرجانی سے روایت کرنے والے ابونعیم اور القابسی ہیں۔

۷۔ ابوذر مستملی کے علاوہ السرخسی سے بھی روایت کرتے ہیں، ابوالحسن عبدالرحمٰن بن محمد بن المظفر الداودی السرخسی سے روایت کرنے والے ہیں۔

۸۔ کشمیھنی سے روایت کرنے والے بھی ابوذر ہیں اور ابوسھل محمد بن احمد الحفصی اور کریمۃ بنت احمد المروزیۃ ہیں۔

۹۔ کشانی سے روایت کرنے والے ابوعباس جعفر بن محمد المستغفری ہیں۔

رواۃِ بخاری پر ابن حجرؒ کی عمیق نظر

فتح الباری کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کی رواۃِ صحیح بخاری پر بڑی عمیق نظر تھی، تقریباً ہر باب میں حافظ علیہ الرحمۃ رواۃِ بخاری کے مابین لفظی اختلاف کو بیان کرتے ہیں، اس سے پتا چلتا ہے کہ فتح الباری کی تصنیف کے وقت صحیح بخاری کے تمام نسخے ان کے پیش نظر تھے، جب حافظ علیہ الرحمۃ رواۃِ بخاری کے لفظی اختلاف کو ذکر کرتے ہیں تو کسی نسخہ میں اگر کوئی خطاء، تصحیف، تحریف یا اسقاط ہے تو وہ بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے، نیز حافظ علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری کے اثبت واتقن راویوں پر اعتماد کیا ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

یہ فتح الباری کی ایسی خصوصیت ہے جو اس کو دیگر شرحوں سے ممتاز کر دیتی ہے۔

حدیث کے طرق کا بیان

حافظ علیہ الرحمۃ شرح میں تمام طرق کا لحاظ رکھتے ہیں، ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے اس مضمون سے متعلق تمام روایات اور شواہد کو جمع کر دیتے ہیں، بسا اوقات معنیٰ اور اعراب کے اعتبار سے کسی ایک احتمال کو بھی ترجیح دے دیتے ہیں۔

جب حافظ ابن حجر تمام طرق کو جمع کرتے ہیں تو متنِ حدیث میں جو معمولی سا بھی لفظی اختلاف ہوتا ہے اس کو بیان کر دیتے ہیں۔

حافظ علیہ الرحمۃ نے خود اس بات کی وضاحت کی ہے کہ حدیث کی حدیث سے شرح کرنا اولیٰ ہے، وہ کہتے ہیں:

''......حدیث کی گفتگو کرنے والے کے لیے لازم ہے کہ وہ حدیث کے تمام طرق کو جمع کرے، پھر اگر وہ طرق صحیح ہوں تو الفاظِ متون کو جمع کرے اور اس کی شرح اس بنیاد پر کرے کہ وہ ایک ہی حدیث ہے، حدیث کی حدیث سے تفسیر کرنا زیادہ مناسب ہے۔'' (۲۲)

''صحیح بخاری'' پر کیے گئے تحقیقی کام کا تنقیدی جائزہ

ابن حجرؒ سے قبل ''صحیح بخاری'' پر جس قدر بھی کام ہوا، خواہ وہ شرح کے اعتبار سے ہو یا اطراف کے لحاظ سے، مستخرجات کے اعتبار سے ہو یا جمع بین الصحیحن کے اعتبار سے، خواہ کسی نے رجالِ بخاری پر کام کیا ہو یا رجالِ شیخین پر، خواہ اس کام کی نوعیت تراجم بخاری کی ہو یا احادیث صحیح بخاری کے متابعات کی، اسی طرح محدثین، فقہاء، اصولیین، مؤرخین اور علماء لغت میں سے کسی نے ''صحیح بخاری'' کے متعلق کوئی تحقیقی کام کیا ہے یا اس کی احادیث کی شرح کی ہے تو حافظ علیہ الرحمۃ نے ان حضرات کے اس کام کو ''میزانِ تحقیق'' میں تولا ہے، اگر ان کو کہیں سقم نظر آیا ہے تو اس پر تنبیہ بھی کی ہے اور اس کی ردّ بھی کیا ہے۔ اس سے حافظ کی وسعت علمی، جلالتِ شان اور دقتِ نظری کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ تحقیق کے آسمان میں انتہائی بلند جگہ پر بیٹھے ہیں۔

دقیق اور نادر علمی مباحث

حافظ علیہ الرحمۃ ''صحیح بخاری'' کی دقیق اور نادر علمی مباحث کو اتنی سلاست اور سہل انداز میں حل کرتے ہیں کہ قاری ان کو دیکھ کر عش عش کر اٹھتا ہے۔

فتح الباری کے مآخذ و مراجع

حافظ ابن حجرؒ نے قدیم علماء، محدثین اور فقہاء کرام کی کتب سے خوب استفادہ کیا ہے، اس میں بے شمار مختلف

علوم وفنون کی کتب شامل ہیں۔ جب حافظ علیہ الرحمۃ شرح لکھتے وقت ان حضرات سے اقوال وآراء نقل کرتے ہیں تو اس کا حوالہ ضرور دیتے ہیں اور کہتے ہیں: قال فلان ، یا اس کتاب کا حوالہ دیتے ہیں۔ اس بات کا اہتمام انھوں نے پوری کتاب میں کیا، ویسے بھی اس بات کا خیال رکھنا علمی امانت کا حصہ ہے۔ بلاشبہ یہ فتح الباری کی ایک امتیازی خصوصیت ہے، میں نے مناسب خیال کیا کہ ان مصادر ومراجع کا ذکر کروں جن سے حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ''فتح الباری'' میں استدلال کیا ہے اور ان پر اعتماد کیا ہے، وہ مراجع مختلف فنون سے متعلق ہیں، چند کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے:

کتب تفسیر القرآن الکریم

۱۔ ''تفسیر عبدالرزاق''، عبدالرزاق بن ھمام بن نافع الحمیریؒ، ابوبکر الصنعانی (م:۲۱۱ھ)۔

۲۔ ''تفسیر الطبری''، محمد بن جریر بن زید، ابوجعفر (م:۳۱۰ھ)۔

۳۔ ''تفسیر ابن ابی حاتم''، ابن ابی حاتم رازی۔

۴۔ ''المفردات فی غریب الفاظ القرآن'' امام راغب اصفہانی، حسین بن محمد بن فضل (م:۵۰۲ھ) ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ ان میں سے ایک ''الذریعة الی مکارم الشریعة'' ہے۔

۵۔ ''تفسیر البغوی'' حسین بن مسعود بن محمد القراء، ابومحمد (م:۵۱۰ھ)۔ ان کی تفسیر کا نام ''معالم التنزیل'' ہے اور انھوں نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان کی ایک مشہور کتاب ''شرح السنه'' بھی ہے۔

۶۔ ''الکشاف''، زمخشری، محمود بن عمر بن محمد بن عمر، ابوالقاسم (م:۵۳۸ھ)۔

۷۔ ''مختصر تفسیر الرازی''، تونسی۔

۸۔ ''تفسیر الشمس اصبهانی''، محمود بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد، شمس الدین ابوالثناء الاصبهانی الشافعی (م:۷۴۹ھ)۔

کتب حدیث اور ان کی شروحات

حافظ ابن حجرؒ نے بہت سی احادیث کی کتب اور ان کی شروحات سے استفادہ کیا ہے، خصوصاً صحیحین (بخاری، مسلم) کی شروحات سے بہت سی اشیاء نقل کی ہیں۔ اہم کتب درج ذیل ہیں:

۱۔ ''الجامع''، امام ابوعیسیٰ ترمذی، یہ ''سنن ترمذی'' کے نام سے مشہور ہے۔

۲۔ ''صحیح ابن حبان''۔

۳۔ ''مستخرج الاسماعیلی''، احمد بن ابراہیم بن اسماعیل الجرجانی، ابوبکر اسماعیلی (م:۳۷۱ھ)۔

۴۔ ''شرح صحیح البخاری''، خطابی، احمد بن ابراہیم الخطابی، ابوسلیمان البستی (م:۳۸۸ھ) ان کی بہت سی مفید تصانیف ہیں۔ان کی شرح کا نام''اعلام السنن'' ہے، یہ صحیح بخاری کی پہلی مشہور شرح ہے۔

۵۔ ''شرح صحیح البخاری''، داؤدی، ابوجعفر احمد بن سعید بن سعید الداؤدی (م:۴۰۲ھ)۔ان کی شرح کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ خطابی کی شرح کا ذیل ہے اور انھوں نے اس کا نام''النصیحة'' رکھا ہے۔

۶۔ ''شرح صحیح البخاری''مھلب، ابن ابی صفرة الازدی الاندلسی (م:۴۳۵ھ)۔

۷۔ ''شرح صحیح البخاری''، ابن بطّال، ابوالحسن علی بن خلف بن بطّال القرطبی، المالکی (م:۴۴۹ھ)۔

۸۔ ''شرح صحیح البخاری''، قاضی ابوبکر عربی، محمد بن عبداللہ بن محمد الاشبیلی (م:۵۴۳ھ)۔

۹۔ ''شرح صحیح البخاری''، ابن التین، ابومحمد عبدالواحد بن التیسن السفاقسی (م:۶۱۱ھ)۔انھوں نے اس کا نام ''المخبر الفصیح فی شرح البخاری الصحیح'' رکھا ہے۔

۱۰۔ ''شرح صحیح البخاری''، ابن المُنَیِّر، علی بن محمد بن منصور بن قاسم الجذامی (م:۶۹۵ھ)۔

۱۱۔ ''شرح صحیح البخاری''، کرمانی، حافظ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی (م:۷۸۶ھ) ان کی کتاب کا پورا نام''الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری''۔یہ فتح الباری کا بڑا ماخذ ہے۔علامہ ابن حجرؒ کہیں کہیں کرمانی کی گرفت کرتے ہیں اور ان پر کڑی تنقید کرتے ہیں۔

۱۲۔ ''شرح صحیح مسلم''، مازری، محمد بن علی بن عمر التمیمی، ابوعبداللہ المازری، الصقلی (م:۵۳۶ھ) ان کی کتاب کا نام''المعلم بفوائد مسلم''، اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ صحیح مسلم کی پہلی شرح ہے۔

۱۳۔ ''شرح صحیح مسلم''، قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمر الیحصبی، ابوالفضل السبتی الاندلسی (م:۵۴۴ھ)۔ان کی شرح کا نام''الاکمال فی شرح مسلم'' ہے۔

۱۴۔ ''المفھم فی شرح صحیح مسلم''، قرطبی، احمد بن عمر بن ابراہیم انصاری، ابوالعباس، ضیاء الدین القرطبی (م:۶۵۶ھ)۔یہ ابن مزین کے نام سے مشہور ہیں۔یہ مسلم کی بڑی عمدہ شرح ہے۔

۱۵۔ ''شرح صحیح مسلم''، امام نوویؒ۔

۱۶۔ ''معالم السنن''، خطابی۔یہ''سنن ابی داؤد'' کی شرح ہے۔

۱۷۔ ''شرح الترمذی''، عراقی۔یہ ابن حجر کے استاذ ہیں۔

۱۸۔ ''التمہید''، ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ بن محمد عبدالبر النمری، ابوعمر القرطبی (م:۴۶۳ھ)۔یہ کتاب مؤطا امام مالک کی شرح ہے، اس کا نام''التمھید لمافی المؤطامن المعانی والاسانید'' ہے۔

۱۹۔ ''مشکل الحدیث''، ابن فورک، محمد بن حسن بن فورک الانصاری، ابوبکر الاصبہانی (م:۴۰۶ھ)۔

۲۰۔ ''شرح المشکاۃ''، طیبی، حسین بن محمد بن محمد بن عبداللہ الطیبی (م:۷۴۳ھ)۔ اس شرح کا نام ''الکاشف عن حقائق السنن'' ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس سے خوب استفادہ کیا ہے۔

۲۱۔ ''المحدث الفاصل''، الرامہرمزی۔

کتب عقائد

۱۔ ''الایمان''، امام ابوعبید قاسم بن سلام البغدادی (م:۲۲۴ھ)۔

۲۔ ''الرّد علی الجہمیۃ''، نعیم بن حماد بن معاویہ خزاعی، ابوعبداللہ المروزی (م:۲۲۸ھ)۔ انھوں نے فرقہ جہمیہ پر شدید رد کیا ہے۔

۳۔ ''الفتن''، یہ بھی نعیم بن حماد کی ہے۔

۴۔ ''الایمان''، امام احمد بن حنبل الشیبانی (م:۲۴۱ھ)۔

۵۔ ''السنۃ''، یہ بھی امام احمد بن حنبلؒ کی کتاب ہے۔

۶۔ ''خلق افعال العباد''، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری (م:۲۵۶ھ)۔

۷۔ ''السنۃ''، حرب بن اسماعیل کرمانی (م:۲۸۰ھ) یہ امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد ہیں۔

۸۔ ''النقض علی بشر المریسی''، امام عثمان بن سعید الدارمی (م:۲۸۰ھ)۔

۹۔ ''السنۃ''، ابن ابی عاصم الشیبانی (م:۲۸۷ھ)۔

۱۰۔ ''السنۃ''، عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ الشیبانی، ابوعبدالرحمٰن (م:۲۹۰ھ)۔

۱۱۔ ''السنۃ''، الخلال، احمد بن محمد بن ہارون، ابوبکر البغدادی، الحنبلی (م:۳۱۱ھ)۔

۱۲۔ ''التوحید''، امام ابوبکر بن خزیمہ (م:۳۱۱ھ)۔

۱۳۔ ''الرّد علی الجہمیۃ''، ابن ابی حاتم، عبدالرحمٰن بن محمد بن إدریس بن المنذر التمیمی الحنظلی، ابومحمد الرازی (م:۳۲۷ھ)۔

۱۴۔ ''السنۃ''، امام ابوقاسم الطبرانی (م:۳۰۷ھ)۔

۱۵۔ ''الایمان''، ابن مَندہ۔

۱۶۔ ''الرّوح''، یہ بھی ابن مَندہ کی کتاب ہے لیکن یہ ناپید ہو چکی ہے۔

۱۷۔ ''السنۃ''، ابوقاسم اللالکائی، ہبۃ اللہ بن حسن بن منصور الطبری الرازی (م:۴۱۸ھ)۔

۱۸۔ ''الفرق بین الفِرق''، استاذ ابو منصور عبدالقاہر ابن طاہر التیمی البغدادی (م:۴۲۹ھ)۔

۱۹۔ ''الفصل فی الملل والنحل''، ابن حزم، علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی الظاہری (م:۴۵۶ھ)۔

۲۰۔ ''الاسماء والصفات''، بیہقی، احمد بن حسین بن علی، ابوبکر البیہقی (م:۴۵۸ھ)۔

۲۱۔ ''الاعتقاد''، یہ بھی امام بیہقی کی کتاب ہے۔

۲۲۔ ''البعث والنشور'' یہ بھی امام بیہقی کی کتاب ہے۔

۲۳۔ ''حیات الانبیاء فی قبورھم'' یہ بھی امام بیہقی کی کتاب ہے۔

۲۴۔ ''شرح الاسماء الحسنیٰ''، ابوالقاسم، عبدالکریم بن ھوازن بن عبدالملک خراسانی نیشاپوری (م: ۴۶۵ھ)۔

۲۵۔ ''الارشاد''، امام الحرمین، اس کتاب کا پورا نام ''الارشاد اِلی قواطع الادلۃ فی اصول الاعتقاد'' ہے۔

۲۶۔ ''الرسالۃ النظامیۃ''، یہ بھی امام الحرمین کی کتاب ہے۔

۲۷۔ ''الشامل فی اصول الدین''، یہ بھی امام الحرمین کی کتاب ہے۔

۲۸۔ ''الفاروقی''، ابواسماعیل الھروی۔

۲۹۔ ''الحجۃ''، ابوقاسم التیمی، اسماعیل بن محمد فضل بن علی القرشی التیمی الاصبہانی (م:۵۳۵ھ)۔ یہ قوام السنہ کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کی کتاب کا پورا نام ''الحجۃ فی بیان المحجۃ و شرح عقیدۃ اھل السنۃ'' ہے۔

۳۰۔ ''شرح الاسماء الحسنیٰ''، فخر رازی، محمد بن عمر بن حسن القریشی، التیمی، البکری (م:۶۰۶ھ) یہ ابن خطیب کے لقب سے مشہور ہیں۔

۳۱۔ ''المطالب العالیہ''، یہ بھی فخر رازی کی کتاب ہے اور ''علم الکلام'' میں ہے۔

۳۲۔ ''ابکار الافکار''، آمدی، علی بن محمد بن سالم الثعلبی، ابوالحسن سیف الدین الآمدی (م:۶۳۱ھ)۔

۳۳۔ ''العقیدۃ''، شیخ شہاب الدین الھروردی، عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد البکری، البغدادی، ابوحفص (م: ۶۳۲ھ)۔ ان کی ایک کتاب کا نام ''عوارف المعارف'' ہے جو تصوف میں ہے۔

۳۴۔ ''العقیدہ''، ابن دقیق العید، محمد بن علی بن وھب القشیری، تقی الدین ابوالفتح (م:۷۰۲ھ)۔

۳۵۔ ''الردّ علی الرافضی''، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، اس کتاب کا پورا نام ''منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ القدریۃ'' ہے۔

۳۶۔ ''الرد الصحيح علی من بدل دين المسيح''، یہ بھی شیخ الاسلام ابن تمیمہ کی کتاب ہے۔

۳۷۔ ''حادی الارواح''، ابن قیم۔

۳۸۔ ''الروح''، یہ بھی ابن قیم کی کتاب ہے۔

۳۹۔ ''مفتاح دار السعادة''، اس کے مصنف بھی ابن قیم ہیں۔

۴۰۔ ''شرح العقائد''، شیخ سعد الدین تفتازانی، مسعود بن عمر بن عبداللہ (م:۷۹۳ھ)۔

دیگر موضوعات کی کتب

۱۔ ''القواطع''، ابومظفر بن سمعانی، منصور بن محمد بن عبدالجبار بن احمد التمیمی المروزی (م:۴۸۹ھ)۔

۲۔ ''الوسیط''، امام غزالی۔

۳۔ ''الشفاء''، قاضی عیاض، اس کتاب کا پورا نام ''الشفاء بتعريف حقوق المصطفى'' ہے۔

۴۔ ''الشرح الکبیر''، الرافعی۔

۵۔ ''نتائج الفکر''، سہیلی، ابوقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد الخشعمی اندلسی (م:۵۸۱ھ)۔

۶۔ ''القواعد''، ابن عبدالسلام، عبدالعزیز بن عبدالسلام بن قاسم، عزالدین، ابومحمد السلمی (م:۶۶۰ھ) ان کی کتاب کا پورا نام ''قواعد الاحکام فی اصلاح الانام'' ہے۔

۷۔ ''فتاویٰ الشیخ محی الدین''، یہ امام نووی کے فتاویٰ جات ہیں۔

۸۔ حافظ ابن حجر نے بہت سی جگہوں پر ''ابن الجوزی'' کا حوالہ دیا ہے، لیکن کسی معین کتاب کی طرف منسوب نہیں کیا جب کہ ابن جوزی کی بہت ساری کتابیں ہیں۔

علم بلاغت کا استعمال

حافظ ابن حجرؒ احادیث کی تشریح کرتے ہوئے اس کے بلیغانہ پہلو کو اجاگر کرتے ہیں اور جگہ جگہ ایجاز، اطناب، جناس تام اور جناس اشتقاقی جیسی دیگر علم فصاحت و بلاغت کی اصطلاحات کا استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حافظ علیہ الرحمۃ استعارات کا استعمال بھی بڑی مہارت سے کرتے ہیں۔

حسنِ ترتیب

حافظ علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں اوّل تا آخر ایک ہی اسلوب پر چلے ہیں، کتاب کی ابتداء سے انتہاء تک ایک ہی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے، طولِ مدت اور تغیر احوال نے ان کی حسنِ ترتیب میں کوئی خلل نہیں ڈالا، اس سے ان کی استقامت اور مستقل مزاجی کا پتہ چلتا ہے، اتنی طویل مدت میں کتاب کو ایک ہی اسلوب پر چلانا بڑا معنی رکھتا ہے،

امتدادِ زمانہ اور تغیر احوال کے سامنے بڑے بڑے مصنفین کے قدم ڈگمگا گئے اور وہ اپنی کتاب کو ایک ہی اسلوب پر نہ چلا سکے۔

خاتمہ

حافظ علیہ الرحمۃ ''صحیح بخاری'' کی ہر کتاب کے اختتام پر ایک ''خاتمہ'' ذکر کرتے ہیں، اس میں اس کتاب میں مذکور احادیث کی تعداد کو ذکر کرتے ہیں، ان میں سے مرفوع کتنی ہیں اور موقوف کتنی ہیں؟ معلق اور مکرر کتنی ہیں؟ اور امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ کی ان احادیث کی تخریج میں کتنی موافقت کی ہے، اسی طرح حافظ نے ''فتح الباری'' کا اختتام بھی ایک خاتمہ کے ساتھ کیا ہے جس میں انھوں نے ''صحیح بخاری'' میں مکرر، موصولا اور تعلیقاً جتنی بھی احادیث مذکور ہیں ان کی تعداد کا ذکر کیا ہے، متابعت میں کتنی احادیث مذکور ہیں؟ موصولاً اور تعلیقاً احادیث جو بغیر تکرار کے ہیں ان کی تعداد، کتنی ایسی معلق احادیث ہیں جو ''صحیح بخاری'' میں دوسری جگہ موصولاً ہیں، اور جو موصولاً نہیں ہے ان کی تعداد کیا ہے؟ امام مسلمؒ نے کتنی احادیث کی تخریج میں امام بخاریؒ کی موافقت کی ہے؟ اور صحابہ کرام وتابعین ثقہ مرفوع موقوف آثار کی تعداد کتنی ہیں؟

یہ (مندرجہ بالا) ''فتح الباری'' کی ایسی امتیازی خصوصیات ہیں جس کی وجہ سے حافظ ابن حجرؒ کی حیات ہی میں ''فتح الباری'' کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور اس کو قبولیت عامہ حاصل ہوگئی۔ اس زمانے میں ''فتح الباری'' تین صد دینار میں فروخت ہوئی تھی۔

فتح الباری میں ابن حجر کے تسامحات

انسان کا کام جتنا بھی اہم ہو، اس کے اندر جس قدر بھی دقتِ نظری اور مہارت ہو لیکن وہ نقص سے خالی نہیں ہوتا، اس لیے کہ انسان پیدا ہی نقص پر ہوا ہے وہ ہر حال میں خطا کرتا ہے اور کامل مطلق ذات تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، انسان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی خوبیاں اس کی خامیوں پر غالب ہوں جیسا کہ کہا جاتا ہے ''انسان کی عظمت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اُس کے عیب کم ہوں۔''

''فتح الباری'' اپنی بے شمار خوبیوں کے باوجود اپنے دامن میں کچھ خامیاں بھی لیے ہوئے ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اپنے سے قبل بڑے بڑے علماء محدثین اور فقہاء کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے اور ان کی غلطیوں پر رد کیا ہے، اسی طرح حافظ علیہ الرحمۃ کے قلم سے بھی بتقاضائے بشریت کچھ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔

''فتح الباری'' میں علامہ ابن حجرؒ کی چند تسامحات کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے:

حوالہ جات کی عدم میں

حافظ ابن حجرؒ جب مکرر احادیث کی تشریح کرتے ہیں تو ان کا منہج یہ ہے وہ ہر جگہ میں مقصدِ بخاریؒ کے متعلق تشریح کرتے ہیں اور حدیث کے باقی حصے کی تشریح دوری جگہ میں کرتے ہیں، علامہ ابن حجرؒ ایک جگہ حدیث کی تشریح کرتے ہیں اور باقی حدیث کی شرح کا آئندہ یا گزشتہ کسی مقام میں کرنے کا حوالہ دیتے ہیں لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس مخصوص جگہ میں وہ حوالہ موجود نہیں ہوتا۔ یہ ان کے منہج میں بہت بڑا نقص ہے۔(۲۴)

''فتح الباری'' میں جو یہ نقص پایا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ خود بھی اس سے آگاہ تھے، وہ اس نقص کو دور کرنے کی خواہش بھی رکھتے تھے لیکن زندگی نے وفا نہ کی۔

حافظ سخاویؒ نے نقل کیا ہے کہ خود امام ابن حجرؒ نے بھی اس تشنگی کا اعتراف کیا، وہ اکثر فرماتے تھے ''میں پسند کرتا ہوں کہ ان حوالوں کو پورا کر دوں جو میں نے خود ذکر کیے ہیں لیکن ان کو حوالہ کی جگہ پر ذکر نہیں کیا یا یہ کہ میں نے اس کو کسی اور جگہ ذکر کیا ہے، اس لیے میرا فرض ہے کہ میں ایسی جگہوں کی تصحیح کروں۔''(۲۵)

تکرارِ مباحث

حافظ ابن حجرؒ جب مکرر احادیث کی تشریح کرتے ہیں تو ایک جگہ میں جو مباحث ذکر کرتے ہیں پھر وہی مباحث دوسری جگہ میں بھی ذکر کر دیتے ہیں اور کچھ اضافہ کر دیتے ہیں۔

یہ حافظ علیہ الرحمتہ کے منہج کے خلاف ہے جو انھوں نے خود ذکر کیا ہے کہ وہ تکرارِ مباحث نہیں کرتے۔ لیکن بہت کم جگہوں میں ایسا ہوا ہے۔(۲۶)

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت قائم کرتے ہوئے بھول

بلاشبہ حافظ ابن حجرؒ حدیث الباب کی عنوان کے ساتھ مناسبت قائم کرنے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ لیکن کہیں بھول بھی نظر آتا ہے۔ جہاں حافظ علیہ الرحمتہ متقدمین کی آراء کو نہ صرف ردّ کرتے ہیں بلکہ سخت قسم کی تنقید بھی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر امام بخاریؒ نے کتاب العلم میں عنوان ''باب السمر بالعلم'' قائم کیا ہے جس کے تحت دو احادیث لائے ہیں۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت قائم کرتے ہوئے محقق علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

۱۔ ابن منیرؒ کے نزدیک حضور کا ارشاد ''نَامَ الغُلَیم'' (چھوکرا سو گیا؟) موضع ترجمہ ہے کہ یہی رات کی بات ہوگئی، جس کے لیے ترجمہ صحیح و مطابق ہے۔

۲۔ بعض نے کہا کہ ابن عباسؓ جو رات میں دین سیکھنے کی غرض سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال دیکھتے

رہے یہی محل ترجمہ ہے اور یہی سمر ہے۔(۲۷)

۳۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ابن عباسؓ کو نمازِ تہجد میں بائیں سے داہنی طرف کیا، گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ کو فرمایا ''قف علی یمینی'' (میری دائیں جانب کھڑے ہو جاؤ) اور گویا کہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا ''وقفت'' (چناں چہ میں کھڑا ہو گیا)۔ اس طرح ان کا یہ فعل قول کے بمنزلہ ہو گیا۔

۴۔ علامہ کرمانیؒ نے مزید کہا کہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اقارب ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو ان میں موانست کی باتیں ہوتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو سب باتیں دینی و علمی فوائد ہی ہوتے ہیں، لہٰذا مستبعد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے بعد دولت کدہ پر تشریف لائیں اور اپنے قریبی عزیز حضرت ابنِ عباسؓ کو گھر میں دیکھ کر اجنبی محسوس کریں اور ان سے اجنبی جیسا معاملہ کریں کہ کوئی بات بھی ان سے نہ کریں۔(۲۸)

حافظ ابن حجرؒ کے بلا جواز اعتراضات

حافظ ابن حجرؒ نے ان اقوال کو ذکر کرنے کے بعد کہا: وکل ما ذکرہ معترض یعنی یہ تمام توجیہات قابل اعتراض ہیں، کیوں کہ ایک کلمہ کہنے والے کو سامر نہیں کہا جاتا، حضرت ابن عباسؓ کے ترقب احوال کو سہر (بیداری) کہہ سکتے ہیں، سمر نہیں کہہ سکتے۔ کیوں کہ سمر کا تعلق قول سے ہوتا ہے فعل سے نہیں، تیسری صورت سب سے زیادہ بعید ہے کیوں کہ سو کر اٹھنے پر جو بات ہوتی ہے وہ سمر نہیں کہلاتی۔ اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ نے چوتھی توجیہ کرمانی لکھ کر اس پر کوئی خاص تنقید کیا نہیں اور پھر اپنی رائے اس طرح لکھی:

''ان سب توجیہات سے بہتر یہ ہے کہ ترجمہ کی مناسبت اسی حدیث الباب کے دوسرے لفظ سے ہے، جو امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں کریب کے طریق سے روایت کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: ''فتحدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اهله ساعة''، اس طرح بحمد للہ ترجمہ بھی صحیح ہو گیا اور کسی بے محل تاویل اور ظنی و تخمینی اٹکل کے تیر بھی چلانے نہیں پڑے، امام بخاریؒ کی عادت بھی ہے کہ ایسا بہت کرتے ہیں تا کہ ناظرین بخاری کو تتبع طرق حدیث کی عادت ڈالیں اور مواقع الفاظ رواۃ کو پہچانیں، کیوں کہ حدیث کی تفسیر و تشریح حدیث ہی سے کرنا، اس سے بہتر ہے کہ اس میں قسم قسم کے گمان گھما کر مراد تلاش کی جائے۔''(۲۹)

حافظ عینیؒ کے جوابات

حافظ عینیؒ نے حافظ کا مذکورہ بالا نقد اور مفصل رائے نقل کر کے اس پر تبصرہ سپردِ قلم کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: معترض

مذکورکے سارے اعتراضات قابلِ نقد ہیں کیوں کہ سمر کے معنی رات کے وقت بات کرنا ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، اس میں یہ قید کہاں سے لگ گئی کہ ایک کلمہ کہے تو وہ سمر نہیں ہے" سمر کے ابتدائی معنی رات کے وقت باتیں کرنے یا رات کا کوئی حصہ نیند کے سوا دوسرے کام میں گزارنے کے ہیں، حافظ عینیؒ نے عند محاورات بھی نقل کیے ہیں مثلاً" سمر القوم الخمر "(لوگوں نے رات شراب پینے میں بسر کی)"سامر الابل "(اونٹ رات کے وقت چرتا رہا)، یہ بھی کہا جاتا ہے"اِن ابلنا تسمر "(ہمارا اونٹ رات کے وقت چرتا ہے) اس کے بعد کچھ رات گئے یا عشاء کے بعد سے قصہ گوئی کرنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا، کیوں کہ عرب کے لوگ اس کے عادی تھے، رات کے وقت شراب کی مجلس اور قصہ گوئی ہوتی تھی۔ اس سارے کلام سے ابن منیر کی رائے بے غبار ہو جاتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کے ترقبِ احوال کو سمر قرار نہ دینا بھی عربیت کے محاورات سے تغافل ہے، کیوں کہ سمر کا اطلاق قول و فعل دونوں پر ہوتا ہے (اس کی مثالیں اوپر لکھی جا چکی ہیں) اور تیسری توجیہ کو بعید تر قرار دینا سب اعتراضات سے زیادہ بے جان ہے، کیوں کہ سونے کے بعد اٹھ کر سمر نہ قرار دینا اہل لغت کے خلاف ہے (وہ تو رات کی ہر بات کو سمر کہتے ہیں، ان کے نزدیک کوئی قید قبل و بعد نوم کی نہیں ہے) بلکہ ایک لحاظ سے جس توجیہ مذکور کو حافظ علیہ الرحمہ نے بعید تر قرار دیا ہے وہ قریب تر ہے، کیوں کہ حضرت ابنِ عباس صغیر السن تھے، بظاہر حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فعلی تعلیم پر اکتفا نہیں کیا ہوگا بلکہ قولی تعلیم بھی دی ہوگی۔ (۳۰)

بے محل طنز و تعلیل پر علامہ عینیؒ کی گرفت

پھر اس بعید سے زیادہ بعید تر وہ بات ہے جو حافظ نے بطور طنز و تعلیل لکھی کہ" حدیث کی تفسیر حدیث سے کرنا اٹکل کے تیر چلانے سے بہتر ہے" سبحان اللہ! یہاں حدیث کی تفسیر کا کیا موقع ہے، یہاں تو صرف ترجمہ عنوانِ باب کی حدیث سے مطابقت زیرِ بحث ہے، حدیث کی تفسیر حدیث سے یہاں کس نے کی؟ جو قابل مدح ہوگئی، اور حدیث کی تفسیر ظن و تخمین سے کس نے کی؟ جس طرح طنز کیا گیا، ہاں! اس کے جواب میں اگر ہم حافظ علیہ الرحمۃ کے بارے میں کہیں کہ انھوں نے دوسروں پر رجم بالظن کیا تو زیادہ صحیح ہے۔ (۳۱)

حافظ ابن حجرؒ کا احناف کے ساتھ تعصب

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے کتاب الوضوء میں ایک عنوان" بـاب لا یستنجی بروث " قائم کیا ہے، اس کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ایک حدیث لائے ہیں، وہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لیے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میں تین پتھر تلاش کر کے لاؤں، مجھے دو پتھر ملے، تیسرا ڈھونڈا مگر نہیں ہیں مل سکا، تو میں نے خشک گوبر کا ٹکڑا اٹھا لیا، ان کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر (تو) لے لیے (مگر) گوبر پھینک دیا اور فرمایا: "یہ ناپاک شئی ہے۔" (۳۲)

امام طحاویؒ کا استدلال

اس مذکورہ بالا حدیث سے امام طحاویؒ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اگر تین کا عدد واجب وضروری ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیسرا پتھر تلاش کرنے کا حکم ضرور فرماتے یا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ہی مزید اہتمام فرماتے۔ (۳۳)

بظاہر امام موصوف کا حدیث الباب سے استدلال قائلین وجوبِ تثلیثِ احجار کے مقابلہ میں بہت قوی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کا نقد

اس موقع پر حافظ علیہ الرحمتہ نے عجیب انداز سے بحث کی ہے، ایک طرف انھوں نے اس حدیث سے حضرت امام طحاویؒ کے استدلال کو محل نظر کہا ہے اور دوسری طرف تین کے عدد کو شرطِ صحتِ استنجاء قرار دینے والوں کو بھی حدیث الباب کے استدلال سے مایوس کر دیا ہے۔

حافظ علیہ الرحمتہ کہتے ہیں: امام طحاویؒ نے جو استدلال کیا ہے وہ محل نظر ہے، مزید کہتے ہیں: امام طحاویؒ اس حدیث سے غافل رہے ہیں جس کی تخریج امام احمد بن حنبل نیا پنی مسند میں معمر عن ابی اسحاق عن علقمۃ عن ابن مسعود کے طریق سے کی ہے، اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: "فالقی الروثۃ وقال: اِنہا رکس ائتنی بحجر" (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوبر پھینک دیا اور فرمایا: یہ نجس ہے ایک پتھر اور لاؤ)۔ (۳۴)

پھر حافظ علیہ الرحمتہ نے لکھا: اس کے سب رجال ثقہ وثبت ہیں اور معمر کی متابعت بھی ابوشعبہ واسطی نے کی ہے، وہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن ان دونوں کی متابعت عمار بن زریق نے کی ہے جو ابو اسحاق سے روایت میں ثقہ ہیں، اگر کہا جائے کہ ابو اسحاق کا سماع علقمہ سے نہیں ہے تو اس حدیث کا سماع قوت حاصل ہونے پر اس کو حجت مانتے ہیں۔ (۳۵)

محقق عینیؒ کا جواب

حافظ عینیؒ کہتے ہیں: امام طحاویؒ سے غفلت نہیں ہوئی بلکہ غفلت منسوب کرنے والوں سے ہی غفلت ہوئی ہے، وجہ یہ ہے کہ امام طحاویؒ کے نزدیک ابو اسحاق کا علقمہ سے عدم سماع محقق ہے، لہٰذا یہ روایت مذکورہ تحقیق سے منقطع ہے جس پر محدثین اعتماد نہیں کرتے، پھر ابو شیبہ واسطی ایسے ضعیف کی متابعت سے فائدہ اٹھانا اور اس کا ذکر اس مقام میں پسند کرنا تو ایسے شخص کے لیے کسی طرح بھی موزوں نہیں جو حدیث دانی کا دعویٰ کرتا ہو۔ (۳۶)

حضرت انور شاہ کشمیریؒ صاحب کا جواب

حضرت انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں: حافظ (علیہ الرحمتہ) نے امام طحاویؒ پر تو اعتراض کیا ہے مگر امام ترمذیؒ پر نہیں کیا، حالاں کہ انھوں نے بھی اس حدیث پہ ترجمہ "باب الاستنجاء بالحجرین" قائم کیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ انھوں نے بھی زیادتی مذکور کو قبول نہیں کیا۔ (۴۷)

اگر یہ زیادتی محدثین کے معیار پر صحیح ہوتی، جس کا ذکر حافظ علیہ الرحمتہ نے کیا ہے تو امام ترمذی اس کو کسی طرح بھی نظر انداز نہ کرتے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ شافعی المسلک بھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذیؒ حافظ ابن حجرؒ کی طرح ہر موقع سے اپنے مذہب کی تائید اور حنفیہ وغیرہم کی تردید لازمی وضروری نہیں سمجھتے۔ امام نسائی بھی باوجود شافعی المسلک ہونے کے حدیث الباب (حدیثِ ابن مسعود) کو "باب الرخصة فی الاستطابة بحجرین" کے تحت ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ انھوں نے بھی مذکورہ زیادتی کو محدثانہ نقطۂ نظر سے قبول نہیں کیا۔ امام داؤد نے "باب الاستنجاء بالاحجار" کا عنوان دے کر حضرت عائشہؓ کی حدیث ذکر کی، جس میں ہے "تین ڈھیلوں سے نظافت حاصل کی جائے کیوں کہ وہ اس کے لیے کافی ہوتے ہیں" پہلے یہ حدیث ذکر کر کے دوسری حدیث لائے ہیں جس میں تین ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کا مطلقاً حکم ہے، اس سے معلوم ہوا کہ معین عدد والا حکم صرف اس لیے ہے کہ غالب احوال میں وہ کافی ہوتا ہے اور تثلیث کا حکم وجوبی نہیں ہے۔ حنفیہ، مالکیہ اور امام مزنی شافعی (جانشین امام شافعیؒ) کا مذہب بھی یہی ہے۔

امام بخاریؒ نے عنوان "باب الاستنجاء بالحجارة" کے تحت حدیثِ ابی ہریرہؓ روایت کی، جس میں تثلیث کا ذکر نہیں ہے اور "باب لایستنجی بروث" میں یہی حدیث دو پتھروں والی ذکر کی، پھر اس کے علاوہ بھی ان ابواب میں کہیں وہ احادیث نہیں لائے جو شوافع وغیرہم کا مستدل ہیں۔

اس تفصیل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خود امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد اور امام نسائی علیہم الرحمتہ محدثانہ نقطۂ نظر سے امام طحاویؒ اور حنفیہ و مالکیہ و مزنی شافعی کے مسلک کے راجح سمجھتے ہیں اور تثلیث کو واجب قرار نہیں دیتے (واللہ اعلم بالصواب) نیز استدلالِ طحاویؒ پر ابن حجرؒ کی تنقید باوجود ان کی جلالت شان کے ہمارے لیے حرف آخر نہیں۔

مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ احناف پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ احادیث کی بجائے رائے پر عمل کرتے ہیں یہ غلط ہے۔ احناف جو بھی بات کرتے ہیں سب سے پہلے قرآن پھر حدیث کو حجت جانتے ہیں جیسا کہ حجرین پر اکتفاء کرنے والی حدیث ہے۔

امام بخاری کو کلی طور پر شافعی المسلک ثابت کرنے کی کوشش

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوضوء میں ایک باب "باب منلم هر الوضوء الامن المخرجين القبل والدبر الخ" قائم کیا ہے جس کے تحت چند آثار ذکر کیے ہیں۔

ترجمہ کے متعلق شاہ ولی اللہ کی رائے

اس باب میں امام بخاریؒ نواقضِ وضوء بیان کر رہے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ترجمہ دو جزو سے مرکب ہے، ایک جزو ایجابی ہے اور دوسرا سلبی، جزو ایجابی یہ ہے: كل ما خرج من السبيلين فهو ناقض للوضوء معتاداً كان او غير معتاد، قليلا كان او كثيراً یعنی سبیلین سے جو چیز نکلتی ہے وہ ناقضِ وضوء ہے خواہ وہ معتاد اور طبعی طریقے پر نکلے اور خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، ایسے ہی جز وسلبی یہ ہوگا: عدم وجوب الوضوء من غیر ما خرج یعنی ما خرج من السبیلین کے غیر سے وضوء لازم نہیں، اس سلسلے میں امام بخاریؒ نے مختلف آثار پیش کیے ہیں۔ بعض کا تعلق ایجابی جزو سے ہے اور بعض کا سلبی سے۔ (۳۸)

اس کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاریؒ نواقضِ وضوء کے سلسلے میں نہ پورے طور پر شوافع سے متفق ہیں، نہ بہمہ وجوہ مالکیہ کے ہم نوا ہیں اور نہ کلی طور پر احناف کے مخالف ہیں، بلکہ اس سلسلے میں خود امام بخاریؒ کی مستقل رائے ہے، وہ کہتے ہیں: قے، نکسیر، خون، پیپ، مسِ مرأۃ اور مس ذکر ناقضِ وضوء نہیں ہیں۔ شروع کی چار چیزوں میں وہ احناف کے مخالف ہیں اور مس مرأۃ و مس ذکر میں وہ شوافع کے مخالف ہیں، اس کے لیے کہ امام بخاری کے نزدیک نواقض، سبیلین سے نکلنے والی چیزوں میں منحصر ہیں، دودة من الدبر اور قملة من الذكر کو مالکیہ کے یہاں نواقض نہیں جب کہ امام بخاریؒ ان کو ناقض قرار دیتے ہیں۔

ترجمۃ الباب کو شوافع کی موافقت میں کرنے کی کوشش

جب امام بخاریؒ نے نواقض کو ما خرج من السبیلین میں منحصر مان لیا تو حافظؒ کو فکر ہوئی اور انھوں نے ترجمہ کو شوافع کی موافقت میں کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ بدن سے نکلنے والی چیزوں میں جو چیزیں ناقض قرار دی گئی ہیں وہ صرف سبیلین سے متعلق ہیں یعنی یہاں بحث صرف ان نواقض سے ہے جو بدن سے خارج ہوں، رہے وہ نواقض جن میں کوئی چیز خارج نہیں ہوتی بلکہ وہ بغیر خروج ہی کے ناقض ہیں جیسے مس مراۃ اور مس ذکر تو وہ دائرہ بحث سے خارج ہیں۔ (۳۹)

اس طرح حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کو شوافع کے ساتھ ملانا چاہا ہے مگر یہ ان کا محض خیال ہے، کیوں کہ امام بخاریؒ نے تو لامستم النساء کی تفسیر بھی جامعتم النساء کے ساتھ ذکر کی ہے۔

نیز یہ کہ مسئلہ کو اس کو وضوء میں مس مراۃ پر دونوں کو ترجمہ رکھا مس ذکر پر۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام بخاری ان دونوں کو نواقض وضوء میں شمار نہیں کرتے، اس لیے وہ بات اپنی جگہ پر قائم ہے کہ اس سلسلے میں امام بخاریؒ کی ایک مستقل رائے ہے، وہ احناف، موالک اور شوافع میں سے کلی طور پر کسی کے ساتھ متفق نہیں ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: اس مقام پر بعض شراح بخاری امام بخاریؒ اور امام شافعیؒ کے مسلک کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ تحقیقی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ (مس مراۃ اور مس ذکر کے ناقض وضوء ہونے) میں امام بخاریؒ کی مستقل رائے ہے، وہ شوافع سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اور مس مراۃ و مس ذکر کو نواقض وضوء میں شمار نہیں کرتے۔ (۴۰)

شاید شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا اس سے اشارہ حافظ ابن حجرؒ کی طرف ہو، اس لیے کہ حافظ ابن حجرؒ جہاں کہیں بھی دیکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی رائے شوافع کے خلاف ہے، بالخصوص جس وقت ان کی رائے علما احناف کے ساتھ متفق ہو تو وہ امام بخاریؒ کی رائے و مسلک کو شوافع کے ساتھ ملانے کے لیے اس قسم کی تطبیق دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

بہر حال ان کو بشری تسامحات کے باوجود کہ جن سے کوئی بھی انسان منزہ نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اتنی خوبیوں کے مالک ہیں کہ ان خوبیوں نے ان کوتاہیوں پر پردہ ڈال رکھا ہے صحیح بخاری کی درجنوں شروح لکھی گئی ہیں، مگر جو شہرت اور قبولیت عامہ ''فتح الباری'' کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کا مقدر نہ بن سکی۔

حوالہ جات

(۱) فتح الباری، ج۱، ص۵۔ (۲) الجواہر والدرر، ج۲، ص۶۷۵۔ (۳) دیکھیے فتح الباری (۱/ ۲۷۶) و (۱۱/ ۳۴۰)۔
(۴) الجواہر والدرر، ج۲، ص۶۷۵ (۵) البدر الطالع، ج۱، ص۸۹ (۶) الجواہر والدرر، ج۲، ص۶۷۵
(۷) ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، ھدی الساری مقدمہ فتح الباری، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱م، ص۱۶ (۸) ابن خلدون، مقدمہ العلامہ ابن خلدون، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان (الطبعہ الرابعہ ۱۳۹۸ھ)، ص۴۴۳ (۹) حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب کراچی، (ت ن)، ج۱، ک۵۴۷۔ (۱۰) الجواہر والدرر، ج۲، ص۶۷۵۔ (۱۱) ایضاً، ج۲، ص۶۷۶
(۱۲) الجواہر والدرر، ج۲، ص۷۰۳-۷۰۴ (۱۳) کشف الظنون، ج۱، ک۵۴۸۔ (۱۴) ھدی الساری، ص۱۶۔
(۱۵) ھدی الساری، ص۴۹۱ (۱۶) فربر بخاریٰ کی ایک بستی کا نام ہے۔ (۱۷) فتح الباری، ج۱، ص۵ (۱۸) زکریا کاندھلوی، شیخ الحدیث، الکنز المتواری فی معادن لامع الدراری، مؤسسۃ الخلیل الاسلامیہ فیصل آباد، ۱۴۱۹ھ، ج۱،

ص۴۷۴۔(۱۹) الکنز المتواری، ص ا، ص ۴۷۵۔(۲۰) الکنز المتواری، ص ا، ص ۴۷۷۔(۲۱) ھدی الساری، ص ۴۹۱ (۲۲) فتح الباری، ج ا، ص ۶۔(۲۳) فتح الباری، ج ۶، ص ۴۷۵۔(۲۴) کشف الظنون، ج ا، ک ۵۴۷۔(۲۵) اسحاق کندو، منہج الحافظ ابن حجر العسقلانی فی العقیدۃ من خلالہ لکتابہ ''فتح الباری''، مکتبۃ الرشید الریاض، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸م، ج ا، ص ۱۶۰۔۱۶۱۔(۲۶) الجواہر والدرر، (ق ۱۶۴/ ۱) بحوالہ منہج الحافظ ابن حجر العسقلانی، ج ا، ص ۱۶۰۔۱۶۱۔(۲۷) منہج الحافظ ابن حجر العسقلانی، ج ا، ص ۱۶۲۔(۲۸) عینی، علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر، (ت، ن) ج ۲، ص ۱۷۷۔(۲۹) کرمانی، صحیح ابی عبداللہ البخاری بشرح الکرمانی، داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، طبعۃ ثانیہ، ۱۴۰۱-۱۹۸۱، ج ۲، ص ۱۳۴۔(۳۰) فتح الباری، ج ا، ص ۲۱۳ (۳۱) عمدۃ القاری، ج ۲، ص ۱۷۸۔(۳۲) ایضاً۔(۳۳) بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۹ھ - ۱۹۹۹م، حدیث نمبر ۱۵۶، ص ۳۲۔(۳۴) طحاوی، ابوجعفر احمد بن سلمۃ بن سلامۃ، شرح معانی الآثار، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۳۹۵ھ - ۱۹۷۵م، ج ا، ص ۸۶۔(۳۵) احمد بن حنبل، امام، مسند الامام احمد بن حنبل، داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۳م، ج ۲، ص ۳۰، حدیث نمبر ۴۲۸۷۔(۳۶) فتح الباری، ج ا، ص ۲۵۷۔(۳۷) عمدۃ القاری، ج ۲، ص ۳۰۵۔(۳۸) انور شاہ کشمیری، علامہ، فیض الباری علی صحیح البخاری، مجلس علمی ڈابھیل بھارت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔۱۹۳۸م، ج ا، ص ۲۶۰۔(۳۹) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، احمد بن عبدالرحیم، رسالۃ شرح تراجم ابواب صحیح البخاری، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن، ۱۳۶۸ھ۔۱۹۴۹م، ص ۲۷۔(۴۰) فتح الباری، ج ا، ص ۲۸۰۔
(۴۱) رسالۃ، ص ۲۷۔

☆☆......☆☆

علم کی عزت افزائی

ہشیم بن بشیر اصل میں بخارا کے تھے لیکن بغداد میں آکر آباد ہوگئے تھے، ان کے والد بشیر باورچی تھے، کھانا پکانا پیشہ تھا، ہشیم کو بچپن ہی سے پڑھنے کا شوق تھا، انہیں اپنے آبائی پیشہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی جبکہ ان کے گھر والوں کو ان کا پڑھنا پسند نہیں تھا، وہ گھر والوں کے نہ چاہنے کے باوجود مسلسل پڑھتے رہے، بغداد میں قاضی ابوشیبہ کا درس حدیث مشہور تھا، یہ اس میں پابندی سے جانے لگے، پابندی سے پڑھنے والا طالب علم استاذ کی نظروں میں آجاتا ہے، ایک مرتبہ ہشیم بیمار ہوئے اور درس میں نہیں آئے، قاضی ابوشیبہ نے ان کا پوچھا، کسی نے کہا، بیمار ہے، فرمایا ''چلئے، ہم ان کی عیادت کر آتے ہیں'' عیادت کے لیے جانے لگے تو اہل مجلس اور شاگرد بھی ساتھ ہوگئے، سب نے بشیر باورچی کے گھر جاکر ان کے بیٹے، ہشیم کی عیادت کی، قاضی کے واپس جانے کے بعد بشیر باورچی ان سے کہنے لگے ''بیٹے! میں تمہیں علم حدیث حاصل کرنے سے روکتا تھا لیکن اب نہیں روکوں گا، یہ اس علم ہی کی برکت ہے کہ قاضی آج میرے دروازے پر آیا، ورنہ مجھے اس کی کہاں امید تھی!''

(کتابوں کی درسگاہ میں، بحوالہ: تاریخ بغداد، ج: ۱۴، ص: ۵۷)